© rasailojaraid.com

تعلیمات میں اصلاح کا مسئلہ

سید عبداللہ

آج سے ۶۰ سال قبل نظام تعلیم کی اصلاح پر لکھی جانے والی تحریر، جو آج بھی اپنی بے رُخی کا رونا رو رہی ہے

پنجاب یونی ورسٹی میں اِس وقت جس قسم کا نظام تعلیم رائج ہے۔ اُس کو دیکھ کر میری آنکھوں کے سامنے ایک ایسی عمارت کا نقشہ آجاتا ہے جس کے مختلف حصّہ تناسب اور ہم آہنگی سے محروم ہوں۔ یہ نظامِ تعلیم ایک ایسی وسیع عمارت سے مشابہ ہے جس کے معمار نے فنّی اُصول کار سے کاملاً بے پروائی برتی ہو۔ یعنی اس کے مختلف اجزا کسی گھرانے کے مختلف الخیال افراد کے متضاد تقاضوں کی تسکین کے لیے کھڑے کر دیئے گئے ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ جس کنبے کے افراد میں مقصد اور نصب العین کا اتحاد نہ ہوگا اس میں ہر فرد کے مطالبے الگ الگ اور تقاضے جدا جدا ہوں گے۔ جن کی تعمیل اور تسکین کا نتیجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ اس بدقسمت ماحول کے کسی گوشے میں ہم رنگی اور وحدت نہ ہو اور اگر ہو بھی تو اضطراری اور جبری۔

ہماری یونی ورسٹی کا نظامِ تعلیم بھی اسی قسم کی رنگارنگی اور تضاد کے منظر پیش کرتا ہے۔ اس کو ہم کسی صورت میں قومی تعلیم کا لائحہ عمل نہیں کہہ سکتے۔ اس میں حاکم اور غالب قوم کی مصلحتیں زیادہ سے زیادہ کارفرما رہی ہیں۔ اس کا کوئی قومی نصب العین نہیں، اس میں ہماری فطرت اور ہمارے مزاج سے اعتنا نہیں کیا گیا۔ موسم، عمر، آب و ہوا اور دوسری ضرورتوں اور مصلحتوں کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اس تعلیم سے قومی تعمیر ہرگز ہرگز مقصود نہ تھی۔ اس نے ہماری سیرت اور شخصیت کو سنوارنے میں کوئی مدد نہیں دی۔ جہاں عمدہ تعلیم و تربیت فضائل کو اُبھار سکتی ہے نقطۂ نظر میں وسعت پیدا کر سکتی ہے۔ افراد کو خود آشنا اور قوم کو غیور بنا سکتی ہے۔ وہاں یہ تعلیم ہماری قومی سیرت کو سنوارنے، ہمیں خود کافی بنانے اور ہماری شخصیت کے داخلی اور خارجی پہلوؤں کو مکمل بنانے سے قاصر رہی ہے۔

پنجاب یونی ورسٹی کا تعلیمی نصب العین کیا ہے۔ Preamble کی زبان میں سوائے اس کے کچھ نہیں کہ یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یونی ورسٹی یورپ کے علوم وفنون کو "پنجاب کی دیسی زبانوں" کے ذریعے پڑھانے کا انتظام کرے گی۔ پنجاب کی دیسی زبانوں کے ادب کو ترقی دے گی۔ مشرقی زبانوں کی اعلیٰ تعلیم کی حوصلہ افزائی کرے گی اور عام تعلیم کی نگرانی اور ترویج کے معاملے میں صوبے کے بااثر اور بارسوخ افراد اور حکومت کے عمائد وارکان کے درمیان رابطہ پیدا کرے گی۔

یونی ورسٹی کے مقاصد کی اس فہرست سے یہ صاف صاف ظاہر ہے کہ نصب العین میں گرمی اور چمک پیدا کرنے کی مصنوعی کوشش کی گئی ہے۔ البتہ حاکموں کے حاکمانہ مصالح واغراض کی تکمیل اس کا مقصود اصلی ہے۔ یورپ کے علوم وفنون کو پنجاب کی دیسی زبانوں میں پڑھانے کا وعدہ پورا نہ ہوا اور پنجاب کی دیسی زبانوں میں سکت بھی کہاں تھی کہ ان میں علوم وفنون پڑھائے جاتے۔ اردو جو اس قابل تھی اور دہلی کالج اور لاہور کالج میں اس کو ذریعہ تعلیم بنانے کا کامیاب تجربہ ہو چکا تھا، یکسر نظر انداز کر دی گئی۔ مشرقی زبانوں کی اعلیٰ تعلیم کا نظام تو قائم ہوا۔ مگر اس کی معاشی اور اقتصادی بنیادیں اس قدر کمزور تھیں کہ آج ان زبانوں کے فارغ التحصیل فضلا بازار عالم میں کوڑی کی قیمت بھی نہیں پاتے۔ ہماری اورینٹل فی کلٹی کے امتحانات کی معاشی بنیاد اگر چہ نسبتاً مضبوط ہے مگر یہ بھی کلرک اور منشی پیدا کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ اس سارے نظام سے تحقیق کا مادہ اُبھرنے نہیں پاتا اور کاوش اور ذوقِ جستجو کی تربیت نہیں ہوتی۔

ہمارے موجودہ نظامِ تعلیم میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس کی تشکیل غیر اسلامی ہاتھوں سے ہوئی ہے۔ چناں چہ اس کے اسلامی نقوش یا تو سرے سے مفقود ہیں یا اگر ہیں تو بے حد کمزور اور مدھم۔ مثال کے طور پر ایم۔ اے تاریخ کے نصاب پر نظر ڈالیے۔ آپ کو صاف نظر آ جائے گا کہ اس مضمون کی تعلیم سے صرف یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ صفحہ ارضی پر صرف ایک ہی خط ہے جہاں انسان (بلکہ فرشتے) بستے ہیں۔ دنیا کے باقی حصوں میں تہذیب وتمدن کی ہوا کبھی نہیں پہنچتی۔ ہماری تعلیم پر سب سے پہلی اور پختہ چھاپ اسی انگریزیت کی ہے۔ اس کے بعد دوسرے درجہ پر ہندو اقتدار کا نقش نظر آتا ہے۔ تاریخ کے پرچہ میں مسلمانوں کے کام اور نام کا ضمنی تذکرہ ہے۔ پنجاب یونی ورسٹی کے ماتحت سکھوں کی تاریخ عدم سے وجود میں لائی گئی مگر اسلامی تاریخ توجہ سے محروم رہی۔ سالہا سال یونی ورسٹی کے طالب العلم سکھ "تہذیب" پر کام کرتے رہے، حالاں کہ "سکھ تہذیب" تہذیب کے روشن چہرے پر ایک بدنما داغ ہے۔ غرض اسلامی تاریخ کا حصہ تاریخ کے امتحانوں میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

تاریخ کے بعد آپ منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانوں کو لیجیے۔ ان کے نصاب میں اسلام کے متعلق معلومات کا حصہ بالکل موجود نہیں۔

ہمارے نظامِ تعلیم کا ایک بہت بڑا نقص یہ ہے کہ اس کی تکمیل میں نہ صرف لڑکپن بلکہ جوانی کا بھی بیش تر حصہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صرف ہوجاتا ہے۔ حضرت اکبرالہ آبادی نے اگر یہ کہا تو غلط نہیں کہا کہ:

مغربی کورس میں ہوتی ہے جوانی رخصت　　اب تو پیری رہی رندانہ مشاغل کے لیے

ایک اور چیز جو بہت مہلک ثابت ہوتی ہے یہ ہے کہ تعلیم کسی سوچے سمجھے ہوئے پلان یا منصوبے کے مطابق نہیں ہوتی۔ ہمارے بچے اور نوجوان اپنی تعلیم کے مضامین کا انتخاب کسی نصب العین کے مطابق نہیں کرتے اور ان کا اکثر وہ حال ہوتا ہے جو کسی شاعر نے بیان کیا کہ۔ع:

بہے جاتے ہیں بے مقصود بحرِ زندگانی میں

یا جیسے:

ذوقؔ اس بحرِ فنا میں کشتیِ عمرِ رواں　　جس جگہ پر جالگی وہ ہی کنارہ ہوگیا

اس صورتِ حال کا بڑا سبب یہ ہے کہ ہمارے ہاں قومی حکومت موجود نہ تھی جو تعلیم کی منصوبہ بندی کسی معقول پلان کے مطابق کرتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قومی تعلیم کے مختلف مدارج کا اہتمام وانصرام ایک سے زیادہ محکموں اور اداروں کے دستِ قدرت میں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تعلیم کے سارے نقشہ پر بیک وقت نظر نہیں ڈالی جاسکتی۔

ہماری یونی ورسٹی کے بعض امتحانات محض عقیدت اور یادگار ماضی کے احترام کے طور پر باقی رکھے گئے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن میں برسوں سے کوئی امیدوار شریک نہیں ہوا۔ مثلاً ایف۔او۔ایل۔بی۔او۔ایل اور ایم،او،ایل۔

بعض ایسے ہیں جن میں امیدوار شریک تو ہوجاتے ہیں مگر ان کے فارغ التحصیل اعلیٰ علمی اور معاشی مقصود حاصل کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ مثلاً مولوی فاضل، مولوی عالم، مولوی، منشی فاضل، منشی عالم، منشی ادیب فاضل، ادیب عالم، ادیب۔

عربی کے امتحانوں کا نصاب نہ قدیم طرز کا ہے کہ اس سے دیوبند اور دوسرے مدارسِ عربیہ کی طرح کے فارغ التحصیل پیدا ہوں، نہ جدید طرز کا کہ اس کی تحصیل کرنے والے کم از کم عربی زبان کو ایک زندہ زبان کی حیثیت سے پڑھ کر اس کے جدید محاورے سے آشنا ہوسکیں جو شام، مصر اور بیروت میں موجود ہے۔ باقی رہا اس کا اسلامی پہلو سو وہ سرے سے مفقود ہے۔ یہ نصاب دراصل درسِ نظامی کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے جو پچاس ساٹھ سال کے عرصہ میں تغیر وتبدل کے تھپیڑے کھاتا کھاتا کچھ سے کچھ بن گیا ہے اور اس کی صورت اس حد تک مسخ ہوچکی ہے۔ع:

بہت جانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

جوں جوں قدیم علوم کے ماہرین پٹے ہوئے مہروں کی طرح بساطِ زندگی سے ہٹتے گئے، توں توں پرانے نصاب میں جدید تعلیم کے عاملین کو دخل دینے کا موقع ملتا گیا۔ انھوں نے اصلاح وترمیم کے ارادے سے جدت کی چھاپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لگانے کی کوشش کی۔ مگر افسوس ہے کہ وہ قدیم کو جدید نہ بنا سکتے تھے نہ بنا سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی صورت بگڑ گئی۔ اگر پورا انقلاب پیدا کر لیتے اور اس نصاب کو بالکل بدل دیتے یا اس کو مسلمان بنا لیتے تو ایک بات بھی تھی، مگر بے مقصد اصلاح نے اس کا حلیہ بالکل بگاڑ دیا اور بقول دیا شنکر نسیم:

شیخ کی مسجد بنی، ویران بُت خانہ ہوا　　تب تو اک صورت بھی تھی اب صاف ویرانہ ہوا

اس سلسلہ میں ایک اور بات جس نے ان امتحانوں کو علمی اور تعلیمی لحاظ سے لغو اور مہمل بنا دیا ہے، یہ ہے کہ ان سے لائق استاد کی تربیت اور نظر اور باقاعدہ تعلیم کا عنصر بالکل غائب ہے۔ پرائیوٹ طور پر امتحانوں میں شریک ہو سکنے کی عام اجازت نے اس سارے نظام کو لغو اور بیہودہ بنا دیا ہے۔ اس اجازت نے تعلیمی اور علمی روح کو بالکل فنا کر دیا ہے اور خلاصہ بازی کو ترقی دی ہے۔

اگر پرائیوٹ طور پر امتحان میں شریک ہونے کی عام اجازت کسی فائدہ عام یا کسی اعلیٰ تعلیمی اصول پر مبنی ہے تو پھر آرٹس فی کلٹی کے امتحانوں کے امیدواروں کو اس سے کیوں محروم رکھا جاتا ہے؟

اس طرح اورینٹل فی کلٹی کے امتحانوں میں تدریج کا اصول بھی رائج نہیں۔ یعنی ان امتحانوں میں مڈل پاس کرنے سے پہلے ایم۔ اے میں شریک ہونے کی عام اجازت ہے۔ ایک طالب العلم جو مڈل یا میٹرک میں فیل ہو جاتا ہے وہ براہ راست منشی فاضل کے امتحان میں شریک ہو سکتا ہے۔ اور اکثر یہ معجزہ دیکھنے میں آیا ہے کہ یہ مڈل فیل چار مہینے کے بعد منشی فاضل میں شریک ہو کر کامیاب ہو جاتا ہے۔

میں نے اس موضوع پر شاید ضرورت سے کچھ زیادہ ہی کہہ دیا ہے اس کے لیے میں آپ سے معذرت کا خواہاں ہوں۔ مگر پھر عرض کرتا ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس تعلیمی مذاق کو ختم کر دیا جائے۔ ہماری قومی تعمیر کے نئے دور میں اس تضیع اوقات کی مطلق ضرورت نہیں۔ قومی مصلحتوں کا تقاضا یہ ہے کہ نونہالانِ قوم کا وقت بہترین مشاغل میں صرف کیا جائے اور ان کے سامنے تعلیم کی وہ شاہراہیں کھولی جائیں جو کسی اچھے مقصد اور نصب العین تک ہماری رہنمائی کرتی ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ عربی اور فارسی کی تحصیل کا مسئلہ ہمارے لیے قومی اہمیت رکھتا ہے۔ مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس معاملے میں پہلے یہ فیصلہ کر لیں کہ عربی اور فارسی کی تحصیل سے ہمارا مقصد کیا ہے، جب مقصد متعین ہو جائے گا اس کی تحصیل کے طریقوں کا فیصلہ خود بخود ہو جائے گا۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں عربی سے ہماری وابستگی کے اسباب دو ہیں۔ ایک یہ کہ عربی قرآن و حدیث اور اسلامیات کے ماخذ کی زبان ہے۔ اس میں مسلمانوں کی تاریخ و تہذیب کے بیش تر آثار محفوظ ہیں۔ دوسرا سبب یہ کہ اس وقت مشرق وسطی کی بعض مسلمان اقوام کی زبان عربی ہے جن سے ہم سیاسی، تجارتی اور تہذیبی رابطے قائم رکھنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چاہتے ہیں۔

ان میں سے پہلا سبب ایسا ہے جس کی وجہ سے ہم عربی کے اسلامی کلاسیکی ادب کو زندہ رکھنے اور اس کے ساتھ رابطہ رکھنے پر مجبور ہیں۔ خصوصاً پاکستان کے قیام کے بعد کہ اس کی بنیادیں احیائے اسلامی کے جذبے پر رکھی گئی ہیں۔ عربی کی تعلیم و تحصیل کا یہ محرک اتنا قوی ہے کہ ہم اپنے نظامِ تعلیم میں اس کی عدم موجودگی کا تصور تک نہیں کر سکتے۔

اس سلسلے میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ میں اس معاملے میں ادب برائے ادب کا قائل نہیں ہوں۔ ہمارے موجودہ نصابِ تعلیم میں ادب کا جزو غالب ہے۔ عربی سے ہمیں ادب کی وجہ سے وابستگی نہیں بلکہ اس لیے کہ عربی کا اسلام کے ماخذ سے گہرا تعلق ہے۔ پس اس لحاظ سے عربی زبان و ادب کی تحصیل کی غرض یہ ہونی چاہیے کہ ہم اس کے ذریعے اسلامیات سے براہ راست آشنا ہو سکیں جو نصاب اس ضرورت کو پورا نہیں کرتا یا اس سے الگ ہے اس کی ہمیں مطلق ضرورت نہیں۔ آئندہ نظامِ تعلیم میں جو لوگ عربی کے نصاب بنائیں گے ان سے میری یہ استدعا ہو گی کہ وہ اس بنیادی نکتے کو اپنے سامنے رکھیں۔ عربی کا نصاب بنانے والے اب ادب کی تعلیم میں اسلامیاتی ادب کو مرکزی مقام پر بٹھائیں اور اس کے ساتھ زبان کے زندہ حصے کا بھی مطالعہ کرائیں تا کہ عربی کی تحصیل سے ہماری قومی زبان کی اصل ضرورتیں پوری ہوں۔

عربی کے ساتھ ساتھ فارسی زبان کی تحصیل کا سوال بھی ہمارے سامنے آتا ہے۔ فارسی کو اگرچہ مذہبی اہمیت حاصل نہیں مگر ہمارے موجودہ کلچر اور اردو ادب کی دیواریں اسی پر قائم ہیں۔ ہندوستان کے مسلمانی عہد کی تاریخ فارسی میں ہے اور اردو ادب کا بیشتر حصہ فارسی کی ادبی روایات اور علامتوں پر مبنی ہے۔ اس کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فارسی ہمارے بعض ہمسایہ آزاد ملکوں کی زبان ہے جن سے ہمارے تہذیبی رابطے قدیم سے موجود ہیں اور آئندہ بھی قائم رہیں گے۔

پس اس لحاظ سے میرا خیال یہ ہے کہ آئندہ نصاب میں بھی فارسی کی اہمیت کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ عربی اور فارسی کے سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ فارسی عربی کو ایک مضمون بنا کر اس کو مڈل سے لے کر بی۔ اے تک لازمی مضمون بنا دیا جائے اور نصاب میں یہ امر بطورِ خاص ملحوظ رہے کہ اس میں اسلامیات کا عنصر غالب ہو۔ قرآن و حدیث کو مرکزی اہمیت حاصل ہو اور باقی ادب کو بقدرِ ضرورت اس میں شامل کیا جائے۔

اورینٹل فیکلٹی کے امتحانوں میں عربی اور فارسی کا مشترکہ نصاب تیار کیا جائے۔ فارسی کو عربی کا جزو بنا کر عربی والوں کے لیے فارسی کا پڑھنا لازمی بنا دیا جائے۔ اورینٹل فیکلٹی کے لیے سارا ڈھانچہ بدل دیا جائے۔ اس کی بجائے اس کا نام Faculty of Islamic Studies رکھا جائے۔ اس فیکلٹی کے امتحانات کے ذریعے ایسے عالم اور فاضل تیار کیے جائیں جو اسلام اور اسلامیات سے کامل واقفیت رکھتے ہوں اور اس کے ساتھ ہی وقت کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضرورتوں اور تقاضوں سے باخبر ہوں۔

اس نظام تعلیم کا مرکز یونی ورسٹی اور ینٹل کالج ہو۔جس کا نام University of Islamic Studies رکھا جائے۔اس کالج میں اسلامیات کے ساتھ ساتھ زندہ عربی فارسی، ترکی کی تحصیل کا انتظام بھی کیا جائے۔جس کے لیے مصر اور ایران وترکی سے اہلِ زبان فاضلوں کی خدمات مستعار لی جائیں۔

اورینٹل فیکلٹی اور آرٹس کے امتحانات کے بعد میں لا فیکلٹی کے امتحانوں کے متعلق بھی یہی عرض کروں گا کہ ان کا نصاب بھی ہماری زندگی کی جدید ضرورتوں اور مصلحتوں سے ہم آہنگ نہیں۔لہٰذا ان کے ڈھانچہ کو بھی بدلنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں اسلامی قانون نافذ ہو یا نہ ہو مگر یہ حقیقت ہے کہ قانون کا موجودہ نصاب نئے حالات میں چلنے اور چلانے کے قابل نہیں کیوں کہ اس میں یورپ اور ہندوانہ ہندوستان کے نظام فکر کو مرکزی اہمیت دی گئی ہے اور اسلامی قانون اور آئین کو پست ترین درجہ دیا گیا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ قانون کے امتحانوں میں اسلام کے آئینی نظریوں اور ان کے ماخذوں (مثلاً قرآن وحدیث) کو بلند جگہ دی جائے۔قانون کے تینوں امتحانوں میں تھیسس کو لازمی قرار دے کر قانون میں تحقیق اور تصنیف کے ذوق کو اُبھارا جائے۔افسوس ہے کہ اسلامی قانون کی اجتہادی تشریح اور کام جدید دور میں جن افراد کے ذمّے تھا وہ اس سے غافل رہے ہیں۔عہد حاضر میں سید امیر علی اور سر عبدالرحیم کے سوا شاید ہی کوئی قانون داں مسلمان ہو گا جس نے اس اہم فرض کی طرف توجہ کی ہو۔علامہ اقبال اپنی زندگی میں اس مہتم بالشان کام کی اہمیت اور ضرورت کا اکثر تذکرہ کیا کرتے تھے اور اس سلسلے میں مشہور ترک ادیب خلیل خالد اور مصری عالم علامہ رشید رضا سے عرصہ تک خط وکتابت بھی کرتے رہے،مگر ہماری بدقسمتی ہے کہ وہ خود اس کام کو انجام نہ دے سکے۔میں سمجھتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہمارا لا کالج اسلامی قانون کے عالمانہ اور محققانہ مطالعہ وتعلیم کی ذمے داری اٹھائے اور اعلیٰ قانون داں پیدا کرنے کے علاوہ بلند پایہ قانون ساز بھی پیدا کرے۔اس سلسلے میں غالباً وہ عربی درس گاہ بھی مفید حصّہ لے سکے گی جس کا میں ابھی ابھی تذکرہ کر چکا ہوں۔

اب میں ایک لطیف مگر نازک بحث چھیڑنا چاہتا ہوں،اس کا تعلق صنفِ لطیف سے ہے۔ممکن ہے اس معاملے میں میری رائے غلط ہو۔مگر مجھے یقین ہے کہ مردوں اور عورتوں کا موجودہ مشترکہ نصاب بالکل فطرت کے خلاف ہے۔مرد قدرتی طور پر دماغی محنت کا عادی ہے اور اس بوجھ کو برداشت کرنے کی قوت رکھتا ہے۔اس کے برعکس عورت شدید دماغی محنت کے قابل نہیں۔یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ عورتیں باوجود آزاد فضا اور ہوا میں پھرنے کے حسن اور صحت سے محروم ہو جاتی ہیں اور گو نسوانی دنیا کے متعلق میرا مشاہدہ نسبتاً محدود ہے۔مگر جس حد تک ہے اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ عورتیں فطرتاً اس بکھیڑے کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔یہ صحیح ہے کہ عورت زندگی کے بعض شدائد کو مردوں کے مقابلے میں زیادہ برداشت کر لیتی ہے مگر دماغی محنت کی شدت اس کی نسوانی کشش کو برباد کر دیتی ہے۔ایک فارسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بارِ وجودِ خویش نتابد دلم ز ضعف لیکن زبارِ عشق کشیدن ضعیف نیست

غرض یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کا مشترکہ نصاب غیر مفید اور قانونِ فطرت کے خلاف ہے اس میں بنیادی اصلاح وترمیم ہونی چاہیے۔شروع سے لے کر آخر تک عورتوں کی تعلیم کا نظام اور نصاب نسوانی فطرت اور جسم کے تقاضوں کے مطابق مرتب ہونا چاہیے۔تاکہ عورتیں، عورتوں کی طرح زندگی بسر کریں اور ملک کی خوش حالی اور راحت کا ذریعہ بن سکیں۔

خلاصہ

میری تجاویز مختصراً یہ ہیں:

۱......پرائمری سے لے کر ایم۔اے تک سارے نظامِ تعلیم پر مجموعی طور پر نظر ڈالی جائے۔

۲......تعلیم کی مدّت بقدر ۲ سال کے کم کردی جائے۔تعلیم کا آغاز چھٹے سال سے ہو۔

پرائمری میں چار سال، مڈل میں تین سال، میٹرک۔ایف۔اے یکجا کر کے تین سال، بی۔اے میں دو سال اور ایم۔اے میں دو سال صرف کرائے جائیں۔تعلیم کے اہم موڑ مڈل، ایف۔اے اور ایم۔اے ہوں۔

۳......اردو کو ہر جگہ لازمی حیثیت دی جائے۔پرائمری میں بنیادی ذخیرہ الفاظ Basic Vocabulary کا تعین کردیا جائے جو صوبے کی مقامی زبان سے زیادہ سے زیادہ قریب ہو۔اس کے بعد درجہ بدرجہ ذخیرہ الفاظ کو ادبی معیار کے مطابق بڑھایا جائے۔

۴......انگریزی زبان مڈل کے تیسرے سال میں شروع کرائی جائے اور عربی مڈل کے پہلے سال میں۔

۵......چار سال تک انگریزی زبان کو ایف۔اے تک لازمی مضمون کی حیثیت سے برقرار رکھا جائے۔

۶......فارسی، عربی کو مڈل سے لے کر بی۔اے تک لازمی مضمون قرار دیا جائے اور اس کے نصاب میں اسلامیات کو مرکزی مقام قرار دیا جائے۔

۷......مڈل تک اسلامیات کو اردو کے ذریعے پڑھایا جائے اس کے بعد عربی کے ذریعے۔

۸......اورینٹل فیکلٹی کا نام بدل کر Faculty of Islamic Studies رکھ دیا جائے۔اس سے متعلق جملہ امتحانوں کا نصاب بدل کر عربی اور فارسی کو اکٹھا کر دیا جائے۔یہ نیا نظام چار درجوں اور آٹھ برس کا ہو جس میں عربی اور فارسی کو پہلو بہ پہلو رکھا جائے۔

۹......اورینٹل کالج کا نام بدل کر University of College Islamic Studies Languages رکھا جائے اور اس میں اسلامیات کے متذکرہ بالا نصاب کے علاوہ جدید عربی، فارسی اور ترکی کی تعلیم کا انتظام بھی کیا جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۰......تاریخ اور قانون کے امتحانوں میں اسلامیات کو مرکزی اہمیت دی جائے۔

۱۱......اسلامیات کے نظام تعلیم کی نگرانی کے لیے یونی ورسٹی میں ایک پروفیسر شپ قائم کی جائے (جواب قائم ہوچکی ہے)

۱۲......آرٹس فی کلٹی کے امتحانوں میں ذریعۂ تعلیم انگریزی کی جگہ اردو ہو اور اس پر فی الفور عمل کیا جائے۔

۱۳......سائنس فی کلٹی کے امتحانوں میں ذریعۂ تعلیم کو بدلنے کے لیے چار سال کی مدت مقرر کردی جائے۔اس اثنا میں اصطلاحات وغیرہ کے سوال کو حل کرنے کے لیے مناسب تدابیر عمل میں لائی جائیں۔

۱۴......عورتوں کا نصاب عورتوں کی ضرورتوں کے مطابق مرتب کیا جائے۔

۱۵ ...... جہاں تک ممکن ہو جلد سے جلد موجودہ یونی ورسٹی ایکٹ کو بدلوانے کی کوشش ہونی چاہیے تاکہ تعلیم کی ساری عمارت از سرِ نو تعمیر ہو سکے۔

۱۵ راگست ۱۹۴۷ء کے بعد ہمارا ملک جس انقلاب سے دوچار ہوا ہے اس نے ہم کو ایک بار پھر اس بات کا موقع دیا ہے کہ ہم اپنی زندگی کے تمام حالات اور طریقوں میں تبدیلی پیدا کریں،قومی زندگی کے سب شعبوں میں خصوصاً تعلیم میں اہم تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ہماری تعلیم ہماری فطرت اور مزاج کے موافق ہونی چاہیے۔ایک مسلمان کی حیثیت سے میری خواہش یہ ہوگی کہ ہماری تعلیم کا نصب العین یہ ہو:

الف......ہمارے طلبہ زندگی کے اسلامی نقطۂ نظر سے روشناس ہوں۔

ب......ان کے دلوں میں اسلام کی عظمت اور صداقت کا یقین اور احترام پیدا ہو۔

ج ......ہماری تعلیم ایسی ہو جس کی بہ دولت بہ حیثیت انسان ہم میں شرافت اور انسان دوستی پیدا ہو۔ بہ حیثیت مسلمان ہمارے دل ودماغ اسلامی اخلاق اور فضیلتوں سے سرشار ہو جائیں اور بہ حیثیت ایک آزاد قوم کے ہم میں قومی غیرت اور حمیت پیدا ہو۔

د......اور سب سے آخر میں یہ کہ ہمارا ہر فرد اس کی بہ دولت معاشی طور پر آزاد اور خود کفیل ہونے کے وسائل پیدا کر سکے۔

☆......☆......☆

© rasailojaraid.com